شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

سلام، اے شہیدِ راہِ خدا، سلام

یہ اُحد کے معرکے کی بات ہے۔

میدانِ جنگ میں عورتیں بھی تھیں جو مجاہدوں کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی دیکھ بھال کرتی پھر رہی تھیں۔ انہی میں سے ایک خاتون کے پاس پہنچ کر کسی نے بتایا کہ...... تمہارے بھائی عبداللہ شہید ہوئے۔

بہن نے آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ مشکیزہ...... پانی سے بھرا ہوا کندھے سے لٹک رہا تھا اُسے سنبھالا اور آگے بڑھ گئیں۔ زخمی پانی کے لیے بے تاب تھے۔ بہن جو سب مجاہدوں کی بہن تھی اپنے بھائی...... سگے بھائی کے لیے چار آنسو بھی نہ بہا سکی۔ فرض کی پکار نے قدم آگے بڑھا دیے۔ بس زبان پر دعائے مغفرت جاری رہی۔

تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پھر کسی نے بتایا کہ تمہارے ماموں بھی شہید ہوئے۔ یہ کس جیالے نے موت پائی تھی! جراءت و پامردی مدتوں اسے روتی رہیں گی۔ یہ عرب کا مانا ہوا دلیر بہترین تلوار چلانے والا۔ غضب کا جیوٹ، بلا کا شہسوار تھا...... یہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سنا دنی تھی۔ [1] اس نیک بخت خاتون کے آنسو تھمے ہی کہاں تھے، اب اور بھی پھوٹ بہے لیکن صبر و ضبط کا دامن پھر بھی ہاتھ سے نہ چھوٹا...... مجاہدہ زخمیوں کی مرہم پٹی میں لگی رہی۔ اتنے میں میدانِ جنگ کی کایا پلٹ گئی۔ دشمن بری طرح ہار چکے تھے کہ عکرمہ اور خالد بن ولید اپنے شہسواروں کے ساتھ ایک ایسی طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے جہاں سے مجاہدوں کا دستہ ہٹ گیا تھا، یہ جگہ عَیْنَین کہلاتی تھی۔ یہ اصل میں احد ہی کی ایک چٹان تھی۔ یہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ [2] کو تیر اندازوں کے ایک دستے کے ساتھ مقرر کیا تھا تا کہ مشرکینِ قریش اسلامی فوج پر پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں۔ اس دستے کے یہاں مامور کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ مدینے میں رہنے والے یہودی فتنہ پردازوں کو ہمت نہ ہو کہ بستی سے نکل کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ یہودی مشرکینِ قریش کے دوست تھے اور ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے تھے۔ چنانچہ جنگِ خندق میں موقع مل گیا تو انہوں نے غداری کا مظاہرہ کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بڑی جراءت سے ان کی بساط الٹ دی تھی۔ عینین کے مقام پر جو مجاہد جمع تھے وہ لڑائی کا پہلا مرحلہ ختم ہو جانے کے بعد میدانِ جنگ میں بکھر گئے تھے۔ یہ غلطی بڑی بھاری غلطی تھی۔ مسلمانوں کو اس کا سخت خمیازہ بھگتنا پڑا۔ [3]

مسلمان اس وقت میدانِ جنگ میں ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ غنیمت اکٹھی کر میں لگے تھے۔ کچھ ستانے کو ایک طرف ہو گئے تھے۔ ایسے میں کافروں کی یہ ٹکڑی بڑھی آئی۔ جو چند مسلمان میدانِ جنگ میں باقی رہ گئے تھے وہ کیا

چوکتے، دشمنوں کے منہ پر تلواریں مارنے لگے۔ جنگ کا ایسا ہنگامہ گرم ہوا کہ تلواروں کی آنچ اور نیزوں کے لپکتے، سرسراتے شعلوں سے بدن جل اٹھے۔ اچھے اچھوں کا زورڈہ گیا۔

اس ہنگامۂ داروگیر میں بھی اسلامی پرچم برابر لہراتا رہا...... یہ ایک ایسے بہادر کے ہاتھ میں تھا جو جنگ کی کڑک دمک کو خاطر ہی میں نہ لاتا تھا۔ لوہے کی لاٹ تھا یا پتھر کی چٹان کہ جہاں کھڑا تھا سو بس کھڑا ہی تھا۔

کالی آندھی جس لپٹ جھپٹ سے آگے بڑھتی ہے ویسے ہی ایک دشمنِ خدا، اللہ کے اس سپاہی کی طرف بڑھا۔ ظالم سے دیکھا نہ جاتا تھا کہ اسلامی پرچم میدانِ جنگ میں لہراتا رہے۔ وہ اچانک وہاں پہنچا۔ علم بردار کو خبر نہ تھی کہ دشمن کی تلوار اُٹھی۔ یہ ابن قُمیّہ کی تلوار تھی۔ تازہ باڑھ رکھی ہوئی نشانے کی پکی تلوار! جن ہاتھوں میں یہ تلوار تھی وہ لوہا لگے ہوئے ہاتھ تھے۔ ابن قُمیّہ کا بھرپور وار مجاہد کے اس ہاتھ پر پڑا جس ہاتھ سے اس نے جھنڈا اونچا کر رکھا تھا۔ تلوار ہاتھ کو کہنی سے کاٹ گئی۔ قیامت کا مرحلہ تھا لیکن مجاہد نے فوراً دوسرے ہاتھ سے پرچمِ اسلامی کو سنبھال لیا۔ دل میں ایک ہی خیال تھا کہ جھنڈا اونچا رہے ہمارا! اور یہ جھنڈا اونچا رہا۔

ابن قُمیّہ سمجھا تھا کہ...... مجاہد بھاگ کھڑا ہوگا اور اسلامی پرچم میدانِ جنگ میں دیکھے دکھائی نہ دے گا لیکن جیسے کسی نے اس کے منہ پر زور سے طمانچہ رسید کیا۔ مجاہد برابر اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ اس کے ایک ہاتھ سے خون کے فوارے پھوٹ رہے تھے لیکن دوسرے ہاتھ میں جھنڈا اُسی شان سے لہرا رہا تھا۔

غصے سے کف تھوکتا اپنی آگ میں آپ جلتا ابن قُمیّہ پینترا کاٹ کر پھر آگے آیا۔ وہ سوار، مجاہد پیادہ! وہ ہتھیاروں سے لیس، مجاہد کا سیدھا ہاتھ کٹا ہوا، مقابلہ طاقت کا نہیں جراءت کا تھا۔ مجاہد کی جراءتِ ایمانی کا کیا کہنا! ابراہیم بن محمد کی روایت [4] طبقات میں ہے کہ دوسرے ہاتھ سے مجاہد پرچم تھامے کلام اللہ کی آیتیں دہرا رہا تھا۔ [5] ابن قُمیّہ نے اس خدا مست کو اس قدر بے نیاز دیکھا تو دوسرا وار کیا۔ اُس وار نے مجاہد کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیا ؂

رقص جو لوگ کیا کرتے ہیں تلواروں پر
وہ کہاں دل و جاں کی فکر کرتے ہیں
یلغار میں قضا کے فرشتے تھے ہم رکاب

تو ہوا کریں یہاں تو زبان پر اللہ کا کلام تھا اور دل کو یہ ڈھارس تھی کہ ؂

شکر ہے تڑپے نہ زیرِ خنجرِ خونخوار ہم

ابنِ قُمیّہ...... دشمن دیں خوش تھا کہ اب اسلامی پرچم زمین پر گر پڑے گا لیکن یہ اس بدبخت کی بھول تھی۔ ایک طمانچہ اور اس کے منہ پر پڑا۔ ابن قُمیّہ نے حیرت اور بے بسی سے دیکھا کہ مجاہد نے اپنے دونوں ٹوٹے ہوئے بازو جوڑ لیے اور پرچم اسلامی کو سینے سے لگا لیا۔ اللہ رے جراءتِ ایمانی......

مرد سپاہی تھا وہ اس کی زرہ لا الٰہ سایۂ شمشیر میں اس کی پناہ لا الٰہ

ہاتھ سے خون شرّ اٹے بھرتا نکل رہا تھا۔ موت سر پر منڈلا رہی تھی مگر واہ رے دم خم! ہر یورش ہر تگ وتاز سے بے پروا، اس مردِ میداں کے دل میں تو بس ایک ہی خیال بسا ہوا تھا......

جھنڈا اُونچا رہے ہمارا۔

ابنِ قُمیّہ کے دل کی لگی سر میں جا بھڑکی۔ آگ تھا۔ آتش فشاں بن گیا۔ بڑی حقارت سے اپنی تلوار کو دیکھا۔ کس کام کی تھی یہ! اس کا ہر وار قاتلانہ تھا لیکن ہر وار خود اسی کو بے بس کر گیا، یہ وار مجاہد پر نہیں اس کے اپنے دل پر لگے تھے۔ جھنجھلا کر تلوار اس نے پھینک دی۔ گھوڑا پھیرا، برچھا نکالا، گھوڑے کو ایڑ دی اور پوری طاقت سے نیزہ مجاہد کے سینے میں گھونپ دیا۔ طبقات میں ہے اس قوت سے اس نے نیزہ پھینکا تھا کہ مجاہد کا جسم چھیدتا نیزہ ٹوٹ کر پار جا گرا۔ مجاہد کے پیر لڑکھڑا رہے تھے۔ جسم بے قابو ہوا جا رہا تھا کہ سُوَیط سعد اور ابوالرّوم بن عمری کی نظریں ان پر پڑیں۔ دونوں دوڑے۔ ابوروم نے پہلے پہنچ کر جھنڈا لے لیا۔ یہ جھنڈا اُونچا تھا اُونچا ہی رہا۔ ایک بھائی نے اس کے لیے جان دی تھی اب دوسرے بھائی نے اسے اٹھالیا اور دشمنوں کے وار سہنے کے لیے اپنا سینہ تان دیا۔

یہ مجاہد جس نے بے نظیر جراءتِ ایمانی کا مظاہرہ کیا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔[6] وہ نیک بخت خاتون جسے کچھ دیر پہلے اس کے بھائی اور ماموں کے مرنے کی اطلاع دی گئی تھی اب اسے کسی نے بتایا کہ تمہارے شوہر بھی اللہ کو پیارے ہوئے۔ گھاؤ پر گھاؤ دل پر لگ رہے تھے۔ بہت ضبط کیے بیٹھی تھیں۔ طبری میں ہے یہ خبر سنی تو بے اختیار چیخ اُٹھیں۔ یہ حمنہ بنتِ جحش تھیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلات سنیں تو ارشاد فرمایا کہ:

''عورت کے دل میں شوہر کے لیے خاص جگہ ہوتی ہے۔''

حمنہ اس آفت میں بھی روتی دھوتی زخمیوں کی طرف بڑھیں۔ اپنا فرض بجالانے میں لگ گئیں، اللہ رے جراءتِ کردار!

لڑائی ختم ہوئی، کافر میدانِ جنگ سے پھر گئے۔ شہیدوں کی لاشیں دفن کرنے کے لیے رکھی گئیں۔ حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی لاش بھی انہی میں تھی۔ حال یہ تھا کہ ایک چھوٹی سی چادر اوپر پڑی تھی۔ سر ڈھانکتے تو پیر کھل جاتے۔[7] مجبوراً پیر ڈھانکنے کے لیے ان پر گھاس ڈال دی گئی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاش کے پاس کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ:[8]

''میں نے تم کو مکّے میں دیکھا تھا۔ جہاں تم جیسا خوب صورت جوان اور تم جیسا خوش پوش آدمی کوئی اور نہ تھا لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے وہ بھی چھوٹی۔''

پھر شہدا کی لاشوں پر نظر ڈالتے ہوئے ارشاد ہوا کہ:

''بے شک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں حاضر رہو گے۔ قسم ہے

اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے کہ قیامت تک جو بھی ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دیں گے۔'' [9]

''سلام اے شہیدِ راہِ خدا تجھ ساری اُمتِ مسلمہ کا سلام''

(ماٗخوذ از: رزمِ حق وباطل)

حواشی

[1] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رشتہ تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے چچا کا تھا لیکن رضاعی بھائی بھی ہوتے تھے کیونکہ ثُویبہ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ عمر بھی برابر تھی، کوئی کہتا ہے کہ دو برس بڑے تھے، کوئی کہتا ہے چار برس۔ ابوعمارہ اور ابویعلیٰ کنیت تھی، خدا نے اولاد تو دی لیکن بیٹے پوتے باقی نہ رہے۔ نبوت کے چھٹے سال ایمان لے آئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دارِارقم میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ بچپن سے مردانہ کھیلوں کے شوقین تھے۔ تیر اور تلوار چلانے میں طاق تھے۔ میدانِ جنگ میں نکلتے تو دونوں ہاتھوں سے تلوار چلاتے۔ شیرِ خدا بھی کہلاتے تھے اور شیرِ رسول بھی۔ ہجرت کے ۳۲ ویں مہینے انسٹھ برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ احد میں سب سے پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ پڑھی، پھر دوسرے شہیدوں کے ساتھ ملا کر ستر مرتبہ ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ سیّد الشہداء کا لقب پایا۔

[2] ابن جبیر مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

[3] حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے تاکید کی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ تیر اندازوں کے وہاں رہنے سے میدانِ جنگ میں دشمن سے اسلامی فوج کا عقبی حصہ محفوظ تھا۔

[4] ابن سعد، طبقۂ مہاجرین۔ تذکرہ مصعب الخیر

[5] سورۃ آلِ عمران، رکوع: ۱۵

[6] اس وقت مسلمان ہوئے جب حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم دارِارقم میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مکے کی اعلیٰ سوسائٹی میں بہت اونچا مقام تھا، بڑے خوش پوش اور خوش رو تھے۔ ایمان لے آئے تو تمام ذوق وشوق چھوڑ دیے۔ ماں نے جو انہیں بے حد چاہتی تھیں، یہ سزا دی کہ قید کر دیا، آخر ترکِ وطن کر کے حبشہ چلے گئے، وہاں سے لوٹے تو ابھی ہجرتِ طیبہ کا حکم نہیں آیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین کے لیے وہاں بھیج دیا۔ یہاں حضرت اسعد بن زرارہ کے ساتھ مل کر انہوں نے اشاعتِ اسلام کی لگاتار کوشش کی، اللہ نے محنت کا پھل دیا۔ جب مسلمانوں کی خاصی تعداد ہوگئی تو انہوں نے حضرتِ سعد بن حیثمہ کے مکان پر جمعہ پڑھایا۔ اس کی اجازت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لی گئی تھی۔ یہ تاریخ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔ غزوہ بدر میں بھی علم بردار رہے۔ جتنا کلام اللہ اس وقت تک اتر چکا تھا اس کے حافظ تھے۔

[7] سعد بن ابراہیم (بخاری۔ مغازی) اور ابن سعد

[8] شافعِ روزِ جزا نے پہلے کلام اللہ کی ایک آیت پڑھی۔ مطلب ہے...... مومنین میں سے چند آدمی ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے جو کچھ عہد کیا تھا، اس کو سچا کر دکھایا۔ پھر لاش کو خطاب کر کے اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔

[9] طبقاتِ ابن سعد۔